

فتوحات

مدارس عربیہ دینیہ

نظام تعلیم

تیسرے نقطے کی تشریح | تیسرا نقطہ جس کا ذکر کیا گیا وہ ”محمود اثبات“ یا اصلاح و ترمیم ہے۔۔۔۔۔
مراد اس سے یہ نہیں کہ یہ سلاسل دفتر پارینہ اور غرق مٹے ناب کر دینے کے لائق ہے ہرگز نہیں، بلکہ یہ علوم امت محمدیہ کا سب سے بڑا سرمایہ حیات ہیں۔ اس کی حفاظت اس کی تربیت و بناء امت کا سب سے بڑا فرض ہے۔ مسلمانوں کے دین اور ان کے تمدن کی بقاء کے لئے ان علوم کا بقاء ایسا ہی ضروری ہے جیسے حیات بدن کے لئے روح انسانی کا وجود۔ بلکہ اس دور الحاد و دہریت میں ان کا تحفظ ان کی نشر و اشاعت کی ضرورت سابق سے کہیں زیادہ اہمیت حاصل کر چکی ہے، لیکن اس واقعی حقیقت کو ثابت کرنے کے لئے کہ اس پُرفتن و پر آشوب عہد میں نجات کی راہ، فلاح و ترقی کا صحیح میدان بھی علوم اسلامیہ ہیں یا یہی دین اسلام ہے، اس کے ثبوت کے لئے ہمیں کچھ اصلاح و تبدیلی کی ضرورت پیش آئے گی، گزشتہ چند صدیوں سے جو علمی نظام یا علمی نصاب رائج ہو گیا ہے، وہ امت کی موجودہ سمیت کیلئے تریاق نہیں بن سکتا، جو امراض پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کی شفا یابی کے لئے یہ کافی نہیں ہے۔

گزشتہ رائج نصاب تعلیم میں قرآن مجید، علوم حدیث، تاریخ اسلامی، سیرت نبویہ، ادب و علوم بلاغت کو وہ اہمیت حاصل نہیں تھی، جو بقیہ علوم و فنون کو حاصل تھی۔ نصاب تعلیم میں اولیت و اہمیت کا درجہ ان علوم کو حاصل ہونا چاہیے۔ بقیہ علوم کو ثانوی درجہ میں رکھنا چاہیے، عربی ادبی زبان میں گفتگو، خطابت، انشاء ان کو کبھی اہمیت نہیں دے گئی، لیکن اب وقت کا اہم تقاضا ہے کہ ان امور کو سب سے پہلا درجہ نصاب میں شامل ہونا چاہیے۔

لسانیات ہی کے طرزِ تعلیم پر عربی ادب کی تعلیم و تربیت ہونی ضروری ہے۔ جدید ادبی اسلوب جس میں فرانسیسی ادب کے اسلوب سے استفادہ کیا گیا ہے جس میں غضب کی جاذبیت و عجیب شیرینی ہے۔ اور ادب کا یہ اسلوب قدیم بلکہ قدیم تر اسلوب سے بہت قریب ہے۔ جاحظ، ابن المقفع اور عہد مامون کے ادبی اسلوب کا ذخیرہ امت کے سامنے موجود ہے، بلکہ احادیثِ نبویہ کا اسلوب بیان اور نضاح صحابہ کا طرزِ بیان خطباءِ عرب کا قدیمی اسلوب بہت ہی متقارب ہے۔

تیسری چوتھی صدی تک تقریباً یہی اسلوب بیان تھا، بعد میں بدیع الزماں ہمدانی کے مقاماتی النساء ادب نے پھر حیرری کے پر تکلف سجع بندی نے اس ادب کا خاتمہ کر دیا، لیکن پھر بھی قرونِ متوسطہ میں جستہ جستہ ادباء کا یہی طرزِ رہا۔ غرض یہ کہ الادب الحدیث یا الادب الجدید قدیم ترین اسلوب سے بہت اقرب و اشبہ ہے اور اسی میں ہمارے وقابلیت و امتیاز پیدا کرنے سے قرآن و حدیث کی زبان کی شیرینی محسوس ہو سکتی ہے۔ اگر ہمارے نصابِ تعلیم میں جاحظ اور ابن قتیبہ و ابن المقفع کی کتابیں نہ سہی کم از کم الشریف الرضی کی پنج البلاغۃ ہوتی۔ جب بھی ادبی ذوق میں اتنا انحطاط نہ ہوتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قدیم علوم کی بہت سی کتابوں میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور بجائے متاخرین کے قدامت کی کتابوں و مصنفات میں بہترین بدل موجود ہے۔ منطق، قدیم فلسفہ، قدیم کلام اور قدیم شریعت میں بہت سرسری معلومات بھی کفایت کر سکیں گی۔ تنقیح کے ساتھ قواعد و مصطلحات کا علم کافی ہو گا۔ اور ان کی جگہ تکمیل کے لئے جدید علم کلام اور جدید علم ہیئت و ریاضی و اقتصادیات کو دینا چاہئے۔ اس نصف صدی میں ان علوم کا کافی ذخیرہ عربی میں آچکا ہے۔ لیکن بہت سے گوشے ابھی تک تشنہ تکمیل ہیں۔ تاہم جتنا ذخیرہ عربی میں مدون ہو چکا ہے۔ اس سے مستفید ہونا چاہئے۔ بعض عمدہ کتابیں اردو میں ملیں گی ان کو داخلِ نصاب کیا جائے۔ اس وقت اس موضوع کی تفصیل مقصود نہیں صرف اصولی بحث ملحوظ ہے، جس وقت نصاب کی تعیین کا مسئلہ پیش نظر ہو گا اس وقت مزید تبصرہ کی ضرورت ہوگی، تاکہ ”نصابِ جدید“ میں فیصلہ کن اقدام ہو سکے۔ یہ چند منتشر پرالگ ذہن تصورات تھے، جو ناظرین کی خدمت میں ”جہدِ العقل دعوہ“ پیش کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

ہم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی میں اپنی اصول کے پیش نظر اپنی خطوط پر نصاب کی بنیاد چاہتے ہیں اور الحمد للہ کچھ جزئی ترمیم و اصلاح کا قدم بھی اٹھایا جا چکا ہے، جس کی تفصیل کی شاید اس وقت حاجت نہ ہوگی۔ اس نصابِ تعلیم کے ساتھ ایک جدید نظامِ تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔ قدیم نصابِ تعلیم پر اصرار کے بہت سے وجوہ و اسباب تھے۔ اور کچھ موانع و مشکلات بھی ہیں۔ اس وقت اسکو زیرِ بحث لانا غیر ضروری

سمجھا گیا۔ اب اسکی بہت شدید ضرورت ہے کہ مفکر علماء ملت اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے جلد کسی مرکز پر جمع ہو جائیں اور متفقہ نصاب تعلیم جلد ملک و ملت کی درسگاہوں میں رائج کیا جائے اور کل پاکستان کا علمی نظام اور علمی نصاب تعلیم ایک ہی سلسلہ میں منسلک ہو اور اس سلسلہ کے تخریب و تفرق، خلافت و اختلاف کو جلد ختم کیا جائے اور دین و علم کی خدمت کے لئے متفقہ آواز اٹھائی جائے۔

اِنَّ اَمْرَیْکَ الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْہِ تَوَكَّلْتُ وَالْیَوْمُ اُنِیْبُ۔

مدرس عربیہ کا نصاب تعلیم بھی طرح محتاج اصلاح ہے جس کا اجمالی خاکہ گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا اس سے کہیں زیادہ نظام تعلیم کی اصلاح کی حاجت ہے۔ نظام تعلیم سے میری مراد ایک وسیع مفہوم ہے جس میں طلبہ کی تربیت و نگہانی، طلبہ کا علمی معیار، طلبہ کا اخلاقی معیار، تدریس کا طریقہ، مطالعہ کا طریقہ، کن کن معنائیں پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت، طلبہ کی ذہنی تربیت کے لئے کیا کیا ذرائع اختیار کئے جائیں۔ طلبہ میں علمی استعداد پیدا کرنے کے لئے تدریس و تربیت کے کیا کیا وسائل ہونے چاہئیں۔ غرض اصلاح و تقویٰ، علمی معیاری قابلیت، اخلاص و مل کی روح کے پیدا کرنے کے لئے کن کن تدابیر کو کام میں لایا جائے۔ جب تک طلبہ کے قلوب میں امراض نہیں ہوتے، دماغوں میں جدوجہد کا جذبہ موجود تھا، طبعیتیں علمی مسابقت سے مرشد تھیں۔

اساتذہ میں اخلاص و تعلق مع اللہ کی روح جلو گر تھی اور تعلیم و تعلم دونوں کا مقصد خدمتِ علم و خدمتِ دین تھا یا کم از کم حصولِ علم صحیح توازن تدابیر کی حاجت نہیں تھی، لیکن نقطہ خیال بدل گیا۔ تعلیم کا مقصد حصولِ سند ہے۔ یا حصولِ ملازمت۔ اساتذہ میں وہ روح نہ رہی، ان کا مقصد مشاہرہ کا حصول یا ہتھم کو خوش کرنا یا پھر طلبہ سے خراجِ تحسین کی سند حاصل کرنا۔ جب یہ امراض پیدا ہو گئے تو اسب ضرورت ہے کہ انتہائی دل سوزی اور جانفشانی کے ساتھ اس کے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ سابق الذکر امور میں سے ہر ایک کا کافی تفصیل طلب ہے۔ لیکن یہاں چند اہم ترین امور کی اصلاحی تدابیر کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ہے۔

تدریس کا طریقہ | ۱۔ مہدیین حضرات کا طریقہ تدریس یہ ہونا چاہئے کہ کتاب کے مشکلات کو سادے الفاظ میں اور اختصار کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کریں تعبیر کے لئے عمدہ و نشیش واضح طریقہ اختیار کریں۔ کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے۔ حل کتاب کے بعد فن کی مہارت پر طلبہ کو متوجہ کیا جائے جس مشکل کی تحقیق کسی نے عمدہ کی ہے۔ ان کا حوالہ دیا جائے اور طلباء کو ان مآخذ سے روشناس کرایا جائے تاکہ مستعد و ذہین طلباء اپنی معلومات کو آگے بڑھا سکیں۔ بقول و بیکار مباحث میں طویل طویل تقریر کر کے طلباء سے دادِ تحقیق حاصل کرنا۔ یہ تدریس کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اسکو کسی نہ کسی طریقہ سے ختم کرنا چاہئے۔

۲۔ کتابوں کا اختتام اور ادل سے آخر تک تعلیم میں تطابق | جو کتابیں ایسی ہیں جن کا ختم کرنا ضروری

ہے۔ پوری توجہ کرنی چاہئے کہ کتاب ختم ہو جائے۔ کوئی بوقت رہ نہ جائے۔ جب تک کتاب ختم نہ ہو اس کا امتحان نہ لیا جائے۔ تاہم اختتام امتحان سالانہ مؤخر کیا جائے اور اس شکل پر قابو پانے کے لئے کتابوں کو تین حصوں پر تقسیم کرنا چاہئے کہ سہ ماہی، شش ماہی۔ سالانہ امتحان تک کہاں سے کہاں تک کتاب پہنچ جانا چاہئے اس کا شدت سے انتظام کیا جائے ایسا نہ ہو کہ ابتداء میں ماہ در ماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں۔ اور آخر میں صرف ورق گردانی جس نے علم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔

۳۔ جو اساتذہ جن کتابوں کے لئے زیادہ موزوں ہوں، علمی استعداد اور طبعی رجحانات کے اعتبار سے تقسیم اسباق میں اس کا خیال ضرور رکھا جائے۔

۴۔ ابتدائی دو سال کی تعلیم میں نتائج امتحانات میں نہایت سختی کی جائے۔ ناکامیاب کو قطعاً کسی مراعات کی بنا پر کامیاب نہ بنایا جائے۔

وسط اور انتہائی تعلیم میں معقول اعذار کی بناء پر تسامح قابل برداشت ہے۔ لیکن ابتدائی تعلیم میں ہرگز ایسا نہ کیا جائے۔

۵۔ ابتدائی تعلیم اچھے اور تجربہ کار اساتذہ کے حوالہ کرنی چاہئے جو مسائل کو عمدہ اور مفید ترین طریقے پر ذہن نشین کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں۔ الغرض ابتدائی تعلیم کی عمدگی و پختگی پر سب سے انتہاء توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر اعلیٰ تعلیم کے اساتذہ کو ابتدائی درجہ کا کوئی سبق بھی دیا جائے تو اس میں بہت فائدہ و مصالح ہیں۔

۶۔ مدرسین کو اسباق اتنے دینے چاہئیں تاکہ وہ مطالعہ و تدریس کی ذمہ داری پر صحیح طریقے سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ جس کا اجمالاً اندازہ یہ لگایا جاسکتا ہے۔

ابتدائی درجہ کے اساتذہ کے پاس زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے تعلیم کے لئے ہوں۔ متوسط درجہ کے لئے چار گھنٹے، آخری درجہ کے لئے تین گھنٹے۔

۷۔ اساتذہ ایسے رکھے جائیں جو ہمہ فن مدرسہ سے وابستہ ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ صرف دو تین گھنٹے کا رسمی تعلق ہو یا کہیں اور ملازم ہوں۔ مدرسہ کے مصالح کے پیش نظر یہ صورت بہت اہم و قابل توجہ ہے۔

۸۔ اساتذہ کے انتخاب میں حسب ذیل امور معیار انتخاب ہوں۔

اخلاص و تقویٰ و صلاح و اعلیٰ قابلیت اور اس فن سے مناسبت جو اس کو حوالہ ہو۔ مدرسہ کے نظام سے وابستگی اور طلبہ کے تعلیمی و اخلاقی معیار کو بلند کرنے کا جذبہ، تدریس سے شوق۔ یہ سب باتیں بہت اہم ہیں ان میں کسی ایک بات کی بھی کمی ہو تو صحیح کام نہ ہو سکے گا۔

۹۔ اساتذہ کو فن کی اعلیٰ کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہئے تاکہ عمدہ معلومات طلبہ کے لئے فراہم

کر سکیں، الغرض مطالعہ و مجاہد ضروری ہے۔ تن آسانی و راحت کو مٹنی سے صرف سابقہ معلومات پر اکتفاء نہ کرنا چاہئے۔ طلبہ کے اندر علمی اعلیٰ معیار پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ اساتذہ اس معیار کے ہول نہ ۱۰۔ جہاں تک قدرت ہو طلبہ کو راحت و آسائش پہنچائی جائے اور طلبہ اتنے رکھے جائیں جتنی عمدہ خدمت ہو سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ان کی علمی نگرانی، درس میں محاضری، راست کا مطالعہ، امتحان میں سختی، ان سب باتوں میں کوئی رعایت یا مسامحت نہ اختیار کی جائے۔ باقاعدہ طلباء کے احوال کا تفقہ رکھا جائے۔ اور اس کے لئے انتظام ہو۔ اگر کوئی طالب علم سہ ماہی میں ناکام ہو اس کا کھانا بند کر دیا جائے اور اگر ششماہی میں بھی ناکام ہو تو آخر سال تک مزید موقع دیا جائے۔ اگر سالانہ امتحان میں بھی نتیجہ ساقط رہا تو اسکو علمدہ کر دیا جائے۔ ان امور میں تسامح و مراعات کرنا علم کو دفن کرنے کے مترادف ہے۔

۱۱۔ ابتدائی درجہ عربی کے طلباء کا سالانہ امتحان لازمی قرار دیا جائے۔ مقدار خواندگی متین کی جائے۔ کوشش ہو کہ اس حد تک کتاب پہنچ جایا کرے۔

۱۲۔ ہر درجہ کے مناسب مطالعہ کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب منتخب کر کے متعلم کو دی جائے۔ اس کتاب کا امتحان سالانہ لازمی قرار دیا جائے۔

۱۳۔ طلبہ کی اخلاقی نگرانی، عادات کی اصلاح، دینی و صنع کی پابندی بے حد ضروری ہے۔ باجماعت نماز کی پابندی سیرت و صورت کی تربیت و اصلاح کی طرف پوری توجہ ہونی چاہئے۔ ان امور میں تسامح سم قاتل ہے۔ غیر ذکی طالب علم اگر محنتی ہو و صالح ہو اسکو برداشت کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ذکی، بدشوق و بد اطوار ہرگز رعایت کے مستحق نہیں۔

۱۴۔ مدرسہ کے ضوابط ایسے ہوں کہ طلبہ خود بخود دینی و صنع۔ صالحین کے شعار، لباس پوشاک، خورد و نوش معاشرت و عبادت میں پابند ہو جائیں۔

۱۵۔ امتحانات میں مسابقت و تقدم کے لئے ترغیبی و طائف رکھے جائیں۔ سالانہ امتحان میں اعلیٰ کامیابی پر انعامات مقرر کئے جائیں، انعامات میں بجائے نقد رقوم کے عمدہ عمدہ کتابیں دی جائیں اگر انعامی کتب میں ان کی علمی استعداد و طبعی خصوصیات کی رعایت رکھی جائے تو اور سونے پر سہاگہ کا حکم دے گی۔ مثلاً حدیث میں اعلیٰ کامیابی پر حدیث کی کوئی عمدہ کتاب تفسیر میں اعلیٰ کامیابی پر تفسیر کی اعلیٰ کتاب دی جائے۔

۱۶۔ ہر سال کے امتحانات میں ایک پرچہ امتحان کا ایسا ہو جس سے عام اہلیت و قابلیت و علمی استعداد کا پتہ پہلے کسی خاص کتاب سے تعلق نہ ہو۔ آخری فراغت علوم کے امتحان میں یہ تشخیص بہت

مزدوری سمجھی جائے۔

۱۷۔ عربی ادبی زبان کی قابلیت مقاصد تعلیم میں شامل کرنی چاہئے۔ ابتداء سے عربی انشاء نویسی کی مشق و تمرین کا سلسلہ جاری رکھنا چاہئے۔ ایک گھنٹہ مخصوص تحریر عربی کا ہو جو ہر درجہ میں لازمی ہو۔ تین سالہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد چوتھی جماعت میں تدریس کی زبان عربی ہو۔ مدرس عربی میں پڑھائے۔ طلبہ و اساتذہ کے سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی عربی میں ہونا چاہئے۔

۱۸۔ طلبہ میں عربی ادبی ذوق پیدا کرنے کیلئے عربی مجلات و صحف و جرائد کا اجراء لازمی ہے۔ اور ایک دارالمطالعہ کا قیام اس مقصد کے لئے ضروری ہے۔

۱۹۔ طلبہ میں تقریر و خطابت کی روح پیدا کرنے کے لئے ہفتہ وار جمعہ کی رات تقریر کرنے کے لئے مجلسیں قائم کی جائیں۔ ہر درجہ کے طلباء کے لئے علیحدہ مجلس تربیت ہو اور ہر ایک مجلس کی نگرانی و تربیت ایک استاد کے سپرد ہو۔ آخری تقریر اس استاد کی ہو۔ ہر جلسہ کے لئے تقریر کا موضوع متعین ہو اور آخری استاد کی تقریر میں تقاریر پر تنقید و تبصرہ ہو۔ ہر ہفتہ وار مجلس کا وقت کم از کم تین گھنٹہ ہو۔

۲۰۔ مدرسہ میں طلبہ کی تکثیر جماعت و تکثیر افراد کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ کمیت قابل التفات نہ ہو، کیفیت پر توجہ مرکوز رکھی جائے۔ مستعدین کی قلیل جماعت غیر مستعد نااہل کے جم غفیر سے زیادہ قابل قدر سمجھی جائے، ارباب مدارس کو تکثیر سواد کے تنافس سے بچد نقصان پہنچا۔ دس صحیح طالب علموں پر سالانہ بیس ہزار کا خرچ قابل برداشت ہونا چاہئے۔ لیکن سو نااہلوں پر بیس ہزار کا خرچ بھی قابل مواخذہ ہے۔ انغرض یہ خطرناک و ہاکی شکل میں مدارس عربیہ دینیہ میں یہ مرض پیدا ہو گیا۔ اس کے علاج و نذراک کی طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے۔

نظام تعلیم میں عوام کو مدرسہ کی امداد پر مائل کرنے کی بجائے علم و دین کی خیر خواہی مقدم ہونی چاہئے۔ خالق کی رضا مخلوق کی رضا سے مقدم ہونی چاہئے۔ مخلوق کی رضا مذہبی کی کوشش سے اود حق تعالیٰ کی رضا جوئی سے غفلت کے نتائج دینی و دنیوی خسران ہے۔

۲۱۔ مدرسہ کے سالانہ بجٹ میں امتیازی وظائف و انعامی کتب کی مذکور رکھی جائے۔
مدارس دینیہ عربیہ کا نظام | دورِ حاضر میں علمی زوال کے لئے جتنے خطرے پیدا ہو گئے۔ تاریخ اسلام کے کسی دور میں اتنے خطرے نہ تھے، موجودہ دور میں مدارس کے آپس کے اختلافات و رقابتوں نے یا غلط مسابقت و بیجا تحاسد و تباعض نے ان خطرات میں مزید اضافہ کیا بلکہ ان خارجی فتنوں سے زیادہ خطرناک یہ داخلی فتنے ہیں۔ اگر ان حریفانہ رقابتوں کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کی گئی تو خاکم بدھن وہ دن

قریب ہیں کہ سارے مدارس فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس وقت اسکی بڑی ضرورت ہے کہ مدارس عربیہ کے درمیان علمی مواصلات اور علمی مداخلات علمی روابط ہوں۔ اس مقصد کے پیش نظر موثر ترین تدابیر اختیار کرنے کی حاجت ہے۔ دوسروں کے لئے نہیں بلکہ اپنی خیر ماننے کے لئے اس کی ضرورت ہے۔ اس وقت اس جاہ پسندانہ بحث سے کہ مرکز کونسا ہو اور کیسا ہو اور کہاں ہو۔ صرف نظر کر کے چھند امور قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کراچی سے سرحد تک جتنے دینی مراکز ہیں آپس میں ایک متحدہ محاذ، متحدہ نظام، متحدہ مجلس شوریٰ بنائیں۔ سال میں دو مرتبہ جمع ہو جایا کریں اور اراکین متحدہ اپنے اپنے مدارس کے مصارف پر یہ سفر اختیار کر لیا کریں۔

۲۔ ہر مدرسہ اپنا ایک ایک نمائندہ منتخب کر لیا کرے۔ ان مندوبین کے اجتماعات میں حسب ذیل امور زیر بحث آئیں۔

الف۔ نصاب تعلیم۔ ب۔ نظام تعلیم۔ ج۔ ممتاز فارغ التحصیل حضرات کی مکمل فہرست۔ د۔ ممتاز فارغ التحصیل حضرات کے لئے کوئی علمی مقام تدریس کا تقرر۔ ہ۔ ایک مشترکہ فنڈ کا قیام۔ و۔ اس فنڈ سے ایک مطبع کا قیام (جس میں مدارس کے نصاب تعلیم کی کتابیں طبع ہوتی رہیں)۔ ز۔ جو کتاب نادر ہے نہیں ملتی یا طبع نہیں ہوئی اور نصاب تعلیم میں اسکی ضرورت ہے۔ اسکو مشترکہ سرمایہ سے طبع کرا کر مدارس متعلقہ میں تقسیم کرائی جائے۔

۳۔ جس مدرسہ میں ممتاز شخصیت ہو اسکو ان مدارس میں جا کر علمی مشکلات اور علمی نفائس پر تقریر کرنی چاہئے۔ اور ان تقاریر اور ان خطبات کو شائع کرنا چاہئے۔ الغرض اس قسم کے اسباب کو اختیار کیا جائے جسکے ذریعہ غلط تحاسد کی فضا ختم ہو جائے اور آپس میں اتحاد ہو اور مشترکہ طور پر علمی خدمت اور دینی خدمت پیش ہو۔

پشتو تفسیر و صاحت القرآن

پشتو زبان میں تفسیر و صاحت القرآن کی پہلی جلد، صفحات ۵۲، سائز ۱۱ x ۹ صفحے کے پہلے جدول میں آیات، دوسرے میں ترجمہ، تیسرے میں تفسیر معتمد اور مستفید تفسیر کے افادات مع حوالہ جات، مشکل مقامات کی وضاحت، اہم مسائل کی تحقیق نہ صرف عام لوگوں کے لئے بلکہ اہل علم کیلئے بھی اسکا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ ضخامت کے باوجود دینی مقاصد کی خاطر قیمت صرف ۱۲ روپے۔

ملنے کا پتہ: مولانا سید محمد رفیع رحیمپور، بازار شہیدان، ہوتی مردان